نام

پہلی ہی آیت ویل للمطففین سے ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

اس کے انداز بیان اور مضامین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے جب اہل مکہ کے ذہن میں آخرت کا عقیدہ بٹھانے کے لیے پے در پے سورتیں نازل ہو رہی تھیں، اور اس کا نزول اس زمانے میں ہوا ہے جب اہل مکہ نے سڑکوں پر، بازاروں میں اور مجلسوں میں مسلمانوں پر آوازے کسنے اور ان کی توہین و تذلیل کرنے کا سلسلہ شروع کردیا تھا، مگر ظلم و ستم اور مار پیٹ کا دور ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے اس سورت کو مدنی قرار دیا ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ دراصل ابن عباس کی یہ روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں میں کم ناپنے اور تولنے کا مرض بری طرح پھیلا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ویل للمطففین نازل کی اور لوگ بہت اچھی طرح ناپنے تولنے لگے (نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ، ابن جریر، بیہقی فی شعب الایمان) لیکن جیسا کہ سورۃ دہر میں بیان کیا جا چکا ہے، صحابہ اور تابعین کا عام طریقہ یہ تھا کہ ایک آیت جس معاملہ پر چسپاں ہوتی تھی اس کے متعلق وہ یوں کہا کرتے تھے کہ یہ فلاں معاملہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے ابن عباس ؓ کی روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کے لوگوں میں یہ بری عادت پھیلی ہوئي پائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے یہ سورت ان کو سنائی اور اس سے ان کے معاملات درست ہوگئے۔

موضوع اور مضمون

اس کا موضوع بھی آخرت ہے۔

پہلی چھ آیتوں میں اس عام بےایمانی پر گرفت کی گئی ہے جو کاروباری لوگوں میں بکثرت پھیلی ہوئی تھی کہ دوسروں سے لینا ہوتا تھا تو پورا ناپ کر اور تول کرلیتے تھے، مگر جب دوسروں کو دینا ہوتا تو ناپ تول میں ہر ایک کو کچھ نہ کچھ گھاٹا دیتے تھے۔ اس معاشرے کی بیشمار خرابیوں میں سے اس ایک خرابی کو، جس کی قباحت سے کوئی انکار نہ کرسکتا تھا، بطور مثال لے کر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آخرت سے غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ جب تک لوگوں کو یہ احساس نہ ہو کہ ایک روز خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اور کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہے اس وقت تک یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے معاملات میں کامل راست بازی اختیار کرسکیں۔ کوئی شخص دیانت داری کو " اچھی پالیسی " سمجھ کر بعض چھوٹے چھوٹے معاملات میں دیانت برت بھی لے تو ایسے مواقع پر وہ کبھی دیانت نہیں برت سکتا جہاں بےایمانی ایک " مفید پالیسی " ثابت ہوتی ہو۔ آدمی کے اندر سچی اور مستقل دیانت داری اگر پیدا ہو سکتی ہے تو صرف خدا کے خوف اور آخرت پر یقین ہی سے ہو سکتی ہے، کیونکہ اس

صورت میں دیانت ایک " پالیسی " نہیں بلکہ " فریضہ " قرار پاتی ہے اور آدمی کے اس پر قائم رہنے یا نہ رہنے کا انحصار دنیا میں اس کے مفید یا غیر مفید ہونے پر نہیں رہتا۔

اس طرح اخلاق کے ساتھ عقیدہ آخرت کا تعلق نہایت موثر اور دل نشین طریقہ سے واضح کرنے کے بعد آیت ۷سے ۱۷ تک بتایا گیا ہے کہ بدکار لوگوں کے نامہ اعمال پہلے ہی جرائم پیشہ لوگوں کے رجسٹر (Black list) میں درج ہو رہے ہیں اور آخرت میں ان کو سخت تباہی سے دوچار ہونا ہے۔ پھر آیت ۱۸ سے ۲۸ تک نیک لوگوں کا بہترین انجام بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے اعمال نامے بلند پایہ لوگوں کے رجسٹر میں درج ہو رہے ہیں جس پر مقرب فرشتے مامور ہیں۔

آخر میں اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے اور اس کے ساتھ کفار کو خبردار بھی کیا گیا ہے کہ آج جو لوگ ایمان لانے والوں کی تذلیل کر رہے ہیں، قیامت کے روز یہی مجرم لوگ اپنی اس روش کا بہت برا انجام دیکھیں گے اور یہی ایمان لانے والے ان مجرموں کا برا انجام دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔

سُورۃُ المُطَفِّفِینَ مَكِّیَّة 86 رکوعہا 1
أیاتہا 36
بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١
تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے (۱)

(۱) ۔ اصل لفظ مطففین استعمال کیا گیا ہے جو تطفیف سے مشتق ہے۔ عربی زبان میں طفیف چھوٹی اور حقیر چیز کے لیے بولتے ہیں اور تطفیف کا لفظ اصطلاحاً ناپ تول میں چوری چھپے کمی کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ کام کرنے والا ناپ کر یا تول کر چیز دیتے ہوئے کوئی بڑی مقدار نہیں اڑاتا بلکہ ہاتھ کی صفائی دکھا کر ہر خریدار کے حصے میں سے تھوڑا تھوڑا اڑاتا رہتا ہے اور خریدار بیچارے کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ تاجر اسے کیا اور کتنا گھاٹا دے گیا ہے۔

الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝٢
جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں

وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣
اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں (۲)

(۲) ۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ ناپ تول میں کمی کرنے کی سخت مذمت اور صحیح ناپنے اور تولنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ سورۃ انعام میں فرمایا "

انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو، ہم کسی شخص کو اس کی مقدرت سے زیادہ کا مکلف نہیں ٹھیراتے " (آیت ۱۵۲)۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا " جب ناپو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو " (آیت ۳۵)۔ سورۃ رحمان میں تاکید کی گئی ہے " تولنے میں زیادتی نہ کرو، ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ وزن کرو اور ترازو میں گھاٹا نہ دو "۔ (آیات ۸۔ ۹)۔ قوم شعیب پر جس جرم کی وجہ سے عذاب نازل ہوا وہ یہی تھا کہ اس کے اندر ناپ تول میں کمی کرنے کا مرض عام طور پر پھیلا ہوا تھا اور حضرت شعیب کے پے در پے نصیحتوں کے باوجود یہ قوم اس جرم سے باز نہ آتی تھی۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۴
کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن (۳)

(۳) ۔ روز قیامت کو بڑا دن اس بنا پر کہا گیا ہے کہ اسمیں تمام انسانوں اور جنوں کا حساب خدا کی عدالت میں بیک وقت لیا جائے گا اور عذاب و ثواب کے اہم ترین فیصلے کیے جائیں گے ۔

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۵
یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۶
اُس دن جبکہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۷
ہرگز نہیں (۴)، یقیناً بد کاروں کا نامہ اعمال قید خانے کے دفتر میں ہے (۵)

(۴) ۔ یعنی ان لوگوں کا یہ گمان غلط ہے کہ دنیا میں ان جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد یہ یونہی چھوٹ جائیں گے اور کبھی ان کو اپنے خدا کے سامنے جواب دہی کے لیے حاضر نہ ہونا پڑے گا۔

(۵) ۔ اصل میں لفظ سجین استعمال ہوا ہے جو سجن (جیل یا قید خانہ) سے ماخوذ ہے اور آگے اس کی جو تشریح کی گئی ہے اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس سے مراد رجسٹر ہے جس میں سزا کے مستحق لوگوں کے اعمال نامے درج کیے جا رہے ہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۸
اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ قید خانے کا دفتر کیا ہے؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۹

ایک کتاب ہے لکھی ہوئی

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَۙ ﴿۱۰﴾
تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے

الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِؕ ﴿۱۱﴾
جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍۙ ﴿۱۲﴾
اور اُسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزر جانے والا بد عمل ہے

اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَؕ ﴿۱۳﴾
اُسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں (٦) تو کہتا ہے یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں

(٦) ۔ یعنی وہ آیات جن میں روز جزا کی خبردی گئی ہے۔

كَلَّا بَلۡ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾
ہرگز نہیں، بلکہ دراصل اِن لوگوں کے دلوں پر اِن کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے (٧)

(٧) ۔ یعنی جزا و سزا کو افسانہ قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، لیکن جس وجہ سے یہ لوگ اسے افسانہ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جن گناہوں کا یہ ارتکاب کرتے رہے ہیں ان کا زنگ ان کے دلوں پر پوری طرح چڑھ گیا ہے اس لیے جو بات سراسر معقول ہے وہ ان کو افسانہ نظر آتی ہے۔ اس زنگ کی تشریح رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمائی ہے کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلے تو وہ نقطہ صاف ہوجاتا ہے، لیکن اگر وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہی چلا جائے تو پورے دل پر وہ چھا جاتا ہے (مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، حاکم، ابن ابی حاتم، ابن حبان وغیرہ)۔

كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَؕ ﴿۱۵﴾
ہرگز نہیں، بالیقین اُس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے (٨)

(٨) ۔ یعنی دیدار الٰہی کا جو شرف نیک لوگوں کو نصیب ہوگا اس سے یہ لوگ محروم رہیں گے (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد ششم، القیامہ، حاشیہ ۱۷)

ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِؕ ﴿۱۶﴾

پھر یہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ؕ‏ ۱۷
پھر اِن سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِىْ عِلِّيِّيْنَ ؕ‏ ۱۸
ہرگز نہیں (۹)، بے شک نیک آدمیوں کا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے۔

(۹) یعنی ان لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ کوئی جزا و سزا واقع ہونے والی نہیں ہے۔

وَمَاۤ اَدْرٰٮكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ؕ‏ ۱۹
اور تمہیں کیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۲۰
ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ‏ ۲۱
جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ ۲۲
بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۲۳
اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے

تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۲۴
ان کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۲۵
ان کو نفیس ترین سر بند شراب پلائی جائے گی جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِىْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ‏ ۲۶
جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی (۱۰)۔ جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں وہ اس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔

(۱۰) ۔ اصل میں الفاظ ہیں خِتٰمُہٗ مِسۡکٌ ۔ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ جن برتنوں میں وہ شراب رکھی ہوگی ان پر مٹی یا موم کے بجائے مشک کی مہر ہوگی۔ اس مفہوم کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ شراب کی ایک نفیس ترین قسم ہوگی جو نہروں میں بہنے والی شراب سے اشرف و اعلی ہوگی اور اسے جنت کے خدام مشک کی مہر لگے ہوئے برتنوں میں لا کر اہل جنت کو پلائیں گے۔ دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ شراب جب پینے والوں کے حلق سے اترے گی تو آخر میں ان کو مشک کی خوشبو محسوس ہوگی۔ یہ کیفیت دنیا کی شرابوں کے بالکل برعکس ہے جن کی بوتل کھلتے ہی بو کا ایک بھپکا ناک میں آتا ہے، پیتے ہوئے بھی ان کی بدبو محسوس ہوتی ہے، اور حلق سے جب وہ اترتی ہے تو دماغ تک اس کی سڑانڈ پہنچ جاتی ہے جس کی وجہ سے بد مزگی کے آثار ان کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔

وَ مِزَاجُہٗ مِنۡ تَسۡنِيۡمٍ ۲۷ۙ
اُس شراب میں تسنیم (۱۱) کی آمیزش ہوگی

(۱۱) ۔ تسنیم کے معنی بلندی کے ہیں، اور کسی چشمہ کو تسنیم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بلندی سے بہتا ہوا نیچے آ رہا ہو۔

عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِہَا الۡمُقَرَّبُوۡنَؕ ۲۸
یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کے ساتھ مقرب لوگ شراب پئیں گے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَضۡحَكُوۡنَ ۲۹ۖ
مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے

وَ اِذَا مَرُّوۡا بِہِمۡ يَتَغَامَزُوۡنَ ۳۰ۖ
جب اُن کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر اُن کی طرف اشارے کرتے تھے

وَ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰٓى اَہۡلِہِمُ انۡقَلَبُوۡا فَكِہِيۡنَ ۳۱ۖ
اپنے گھروں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے (۱۲)

(۱۲) ۔ یعنی یہ سوچتے ہوئے پلٹتے تھے کہ آج تو مزا آ گیا ہے، میں نے فلاں مسلمان کا مذاق اڑا کر اور اس پر آوازے اور پھبیاں کس کر خوب لطف اٹھایا اور لوگوں میں بھی اس کی اچھی گت بنی۔

وَ اِذَا رَاَوۡہُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّ ہٰۤؤُلَاۤءِ لَضَآلُّوۡنَ ۳۲ۙ
اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں (۱۳) ،

(۱۳) ۔ یعنی ان کی عقل ماری گئی ہے، اپنے آپ کو دنیا کے فائدوں اور لذتوں سے صرف اس لیے محروم کرلیا ہے اور ہر طرح کے خطرات اور مصائب صرف

اس لیے مول لے لیے ہیں کہ محمد ﷺ نے انہیں آخرت اور جنت اور دوزخ کے چکر میں ڈال دیا ہے، جو کچھ حاضر ہے اسے اس موہوم امید پر چھوڑ رہے ہیں کہ موت کے بعد کسی جنت کے ملنے کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور جو تکلیفیں آج پہنچ رہی ہیں انہیں اس خیال خام کی بنا پر انگیز کر رہے ہیں کہ دوسری دنیا میں کوئی جہنم ہوگی جس کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

وَ مَاۤ اُرۡسِلُوۡا عَلَیۡہِمۡ حٰفِظِیۡنَ ؕ﴿۳۳﴾
حالانکہ وہ ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ (۱۴)

(۱۴) ۔ اس مختصر سے فقرے میں ان مذاق اڑانے والوں کو بڑی سبق آموز تنبیہ کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بالفرض وہ سب کچھ غلط ہے جس پر مسلمان ایمان لائے ہیں، لیکن وہ تمہارا تو کچھ نہیں بگاڑ رہے ہیں، جس چیز کو انہوں نے حق سمجھا ہے اس کے مطابق وہ اپنی جگہ خود ہی ایک خاص اخلاقی رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ اب کیا خدا نے تمہیں کوئی فوجدار بنا کر بھیجا ہے کہ جو تمہیں نہیں چھیڑ رہا ہے اس کو تم چھیڑو اور جو تمہیں کوئی تکلیف نہیں دے رہا ہے اسے تم خواہ مخواہ تکلیف دو ؟

فَالۡیَوۡمَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡکُفَّارِ یَضۡحَکُوۡنَ ﴿۳۴﴾
آج ایمان لانے والے کفار پر ہنس رہے ہیں،

عَلَی الۡاَرَآئِکِ ۙ یَنۡظُرُوۡنَ ؕ﴿۳۵﴾
مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہیں،

ہَلۡ ثُوِّبَ الۡکُفَّارُ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۶﴾
مل گیا نا کافروں کو اُن حرکتوں کا ثواب جو وہ کیا کرتے تھے؟ (۱۵)

(۱۵) ۔ اس فقرے میں ایک لطیف طنز ہے۔ چونکہ وہ کفار ثواب سمجھ کر مومنوں کو تنگ کرتے تھے، اس لیے فرمایا گیا کہ آخرت میں مومن جنت میں مزے سے بیٹھے ہوئے جہنم میں جلنے والے ان کافروں کا حال دیکھیں گے اور اپنے دلوں میں کہیں گے کہ خوب ثواب انہیں ان کے اعمال کا مل گیا۔